نہ ہی بھاری بوجھ اٹھاتی تھی اور نہ زیادہ زور کا کام کرتی تھی۔ جس کا بچہ اور بچہ دانی پر برا اثر پڑے اور اسقاط ہی نہ ہو جائے۔ چلنے میں احتیاط رکھتی تھی۔ تیزی سے کبھی نہ جاتی تھی۔ اس کے علاوہ وہ ہر وقت خوش رہتی تھی غم و غصہ رنج والم کو نزدیک نہ آنے دیتی تھی۔ اچھے اچھے خوش کن اور فرحت زا منظر دیکھتی مہاپرشوں کے سندر اپدیش اور ان کی جیونیاں پڑھتی تھی۔ غرضیکہ جو بھی کام کرتی تھی وہ ایسا ہوتا تھا کہ جسم اور دل پر اس کا نیک اثر پڑے اور بچے کے اوپر نیک سنسکار پڑیں۔ بری باتیں کوئی نہ کہتی تھی نہ ہی سنتی تھی۔ دن کے وقت نہ سوتی تھی۔ رات کو خوب نیند بھر کر سوتی تھی۔ سونے سے پیشتر رات کو ہمیشہ دھیان اور چنتن کر کے بستر پہ جاتی تھی تاکہ رات کو بدخوابی نہ ہو۔

وہ یہ ساری باتیں اس لئے کرتی تھی کہ آنے والا بچہ نہایت نیک دانشمند اور باصحت پیدا ہو۔ اسے یہ علم تھا کہ بچے کی صحت اور اس کے بھاؤ ماتا کی صحت اور وچاروں پر منحصر ہوتے ہیں۔ ماتا گربھ کے بچے پر جو سنسکار ڈال سکتی ہے وہ باقی ساری عمر میں پیدا نہیں کئے جا سکتے۔ اس لئے سب ماتاؤں کو لازم ہے کہ ماتا ترشلا کی پیروی کرتے ہوئے اپنے گربھ کے زمانہ کو نہایت احتیاط سے بسر کریں اور گربھ کے بچوں پر اعلیٰ سنسکار ڈال کر ان کو لوتر دھیر۔ ویر۔ تپسوی۔ دھرماتما۔ داتی اور مہاپرش بنانے کا یتن کریں۔

راجہ سدھارتھ بھی غافل نہ تھے۔ وہ مہارانی ترشلا کے سامنے کوئی ایسی بات نہ کرتے تھے نہ اسے کوئی ایسی بات کہتے تھے جس سے اس کے من میں رنج یا غصہ آئے بلکہ ہمیشہ ایسی باتیں کرتے تھے جس سے اس کے من کی خوشی بڑھے۔ اس کے کھانے پینے کا خود بھی بہت خیال رکھتے تھے۔ اچھے اچھے تازے میٹھے میں دار پھل لا کر دیتے تھے۔ عمدہ گائیں گھر میں رکھتے تھے۔ تاکہ تازہ خالص اور عمدہ دودھ ماتا ترشلا کو دیا جائے۔ غرضیکہ صحت اور خوشی کا ہر طرح سے دھیان رکھتے تھے۔ اس لئے راجہ سدھارتھ کی مثال کی پیروی کرتے ہوئے پرشوں

۱ سودرشن ۲ سوان ۳ اثرات

کو بھی گربھ استریوں کا پورا پورا خیال رکھنا چاہیئے ۔ کیونکہ اگر سنتان اچھی ہوگی تو وہ باپ کے نام کو زیادہ روشن کریگی ۔

جب گربھ چند مہینے کا ہوگیا تو بچہ اندر حرکت کرنے لگا لیکن کچھ دنوں کے لئے وہ حرکت بند ہوگئی ۔ تب ماتا ترشلا کو بڑا فکر ہوا کہ میری سب آشاؤں پر پانی پھر گیا ۔ وہ سوچنے لگی کہ میں نے پچھلے جنموں میں ضرور مفصلہ ذیل پاپوں میں سے کوئی کیا ہے جس کا مجھے یہ بُرا پھل ملا ہے کہ میرا گربھ ضائع ہوگیا ۔

۱ ۔ کسی جانور کے انڈے یا بچے تلف کئے ہونگے ۔

۲ ۔ کسی ماتا کی گود سے بچے کو جدا کیا ہوگا ۔

۳ ۔ کسی کا گلا گھونٹ کر مارا ہوگا ۔

۴ ۔ پرندوں کے گھونسلے گرائے ہونگے ۔

۵ ۔ دوسرے آدمیوں کے بچوں کو حسد کی نگاہ سے دیکھا ہوگا ۔

۶ کسی کا گربھ دوائی وغیرہ دینے سے تلف کیا ہوگا ۔ یا اس کے لئے کوشش کی ہوگی یا اس میں کسی اور کی مدد کی ہوگی ۔

۷ ۔ کسی جنگل یا جھاڑیوں کو آگ لگا کر بے گناہ پرندوں اور جانوروں کی موت کا باعث بنی ہونگی ۔

۸ ۔ یا کوئی اور ایسا گھرشت کرم یا گناہِ کبیرہ کیا ہوگا ۔

ایسے خیالات پیدا ہوکر ماتا ترشلا کو بڑی مایوسی ہوئی ۔ کبھی وہ سوچتی کہ ایسے نیک خواب کیوں جھوٹے ہوئے ۔ انہی وچاروں میں اس کی ساری خوشی کافور ہوگئی ۔ اگرچہ وہ اپنے بھاو کسی سے ظاہر نہ کرتی تھی تاہم داسیوں نے مہارانی کی حالت دیکھ کر بھانپ لیا کہ ضرور کوئی بھید ہے چنانچہ انہوں نے راجہ سدھارتھ کو رانی کی اس حالت سے آگاہ کیا ۔ راجہ کو بڑا صدمہ اور رنج ہوا اور وہ بھی اپنی قسمت کو کوسنے لگا ۔ اسی دُکھ کی حالت میں رانی کے پاس گیا تو اس کی حالت اور بھی قابلِ رحم دیکھی اور اس کے بعد شاہی خاندان کے تمام

عزقابل نفرت

بھی آدمی نے یہ سنا وہ دوڑ کر رانی کے پاس پہنچے۔ غرضیکہ سب کے سب حیران و پریشان تھے لیکن سب مجبور تھے۔ کیونکہ وہ اس معاملہ میں کچھ نہ کر سکتے تھے۔ لیکن ہر ایک بڑا بھاری دکھ محسوس کر رہا تھا۔

جین شاستروں میں لکھا ہے کہ گربھ کی یہ حالت کسی نقص کی وجہ سے نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ مہاویر سوامی کی پوتر آتما نے خود ہی شانتی اختیار کی تھی تاکہ ہلنے جلنے سے ماتا کو تکلیف نہ ہو۔ لیکن جب دیکھا کہ ماتا کو بجائے آرام دینے کے اس سکون اور شانتی کے باعث رنج پہنچا ہے اور باقی سارے بھی آزردہ خاطر ہیں۔ تو انہوں نے پھر حرکت شروع کر دی اور حرکت کے ہوتے ہی ان کی جان میں جان آ گئی۔ اس کا دل بلیوں اچھلنے لگا۔ اس کے من کی کملائی ہوئی کلی کھل گئی۔ اس کی مایوسی امید میں تبدیل ہو گئی۔ اس کے من کا بجھا ہوا چراغ پھر روشن ہو گیا۔ جس قسمت کو وہ سوئی ہوئی سمجھ چکی تھی وہ پھر جاگ اٹھی۔ راجہ سدھارتھ اور دوسرے رشتہ داروں نے جب سنا تو سب کے دلوں میں خوشی کی بجلی کوند گئی۔ بڑی خیرات کی گئی اور خوشیاں منائی گئیں۔

یہ حالات دیکھ کر بھگوان مہاویر کی گیان یکت آتما نے سوچا کہ ماتا پتا کو اس سے کتنا پیار ہے۔ ماتا کتنی احتیاط سے میری حفاظت کر رہی ہے اسکی ذرا سی جدائی کے خیال نے ہی ماتا پتا دونوں کو کتنا بے چین کر دیا ہے۔ ماتا میرے لیے کھانے پینے کے متعلق کتنی قربانی کر رہی ہے۔ گھر میں اتنے پدارتھ اور بھوجن بنتے ہیں۔ لیکن وہ کسی ایسی چیز کو ہاتھ نہیں لگاتی جس سے مجھے تکلیف پہنچنے کا امکان ہو۔ ماتا کا یہ ایثار اس کی یہ قربانی اور خود ضبطی اور ماتا پتا کی یہ محبت اور توجہ کتنی زیادہ ہے۔ ان کا کتنا بڑا احسان ہے۔ اس کے عوض میرا کیا فرض ہے۔ کیا میں اس احسان اور سچی محبت کو بھلا سکتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ میں بہت جلدی دنیا کو لات مار کر اپنے حقیقی کام میں لگ جاؤں گا۔ لیکن اگر میں نے ایسا کیا تو وہ ماتا پتا جو میری وجہ سے پیدائش سے پیشتر ہی اتنے

حیران ہو رہے ہیں میرے سادھو بن جانے پر کتنے دُکھی اور پریشان ہو گئے۔ اس لئے بجائے ان کو سکھ اور آرام پہنچانے کے میں ان کی تکلیف کا باعث بنوں گا۔ لہٰذا میں یہ عہد کرتا ہوں۔ کہ اپنے ماتا پتا کے اس بے حد پیار اور احسان کے باعث اس وقت تک گھر نہیں چھوڑونگا۔ جب تک یہ زندہ رہیں گے بلکہ میں اپنی سیوا سے ان کو خوش کروں گا اور ان کی نیک دُعائیں لونگا۔ ان کا احسان پورے طور پر تو اُتر نہیں سکتا۔ لیکن کچھ حد تک اس کا پرتی اُپکار[۱] کرونگا۔

اس ننھی آتما کے یہ نیک خیالات کتنے مبارک ہیں۔ بچوں کو ہمیشہ یہ مدِ نگاہ رکھنے چاہئیں۔ حقیقتاً ماتا پتا کا احسان اتنا زیادہ ہوتا ہے۔ خاص کر ماں کی تکلیف کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں۔ کس شفقت سے نو دس مہینے تک بچے کو پیٹ میں اُٹھائے پھرتی ہے۔ اسکی حفاظت کے لئے کیا کیا زحمتیں اٹھاتی ہے اور پھر پیدائش کے بعد کس محنت اور کٹھنائی[۲] سے پرورش کرتی ہے۔ بچے کی ذرا سی تکلیف سے بے چین ہو جاتی ہے۔ کئی راتیں جاگ کر کاٹتی ہے۔ سردی کے موسم میں جب بچہ بستر گیلا کر دیتا ہے۔ اسے دوسری طرف لٹاتی ہے اور آپ گیلی جگہ پر سوتی ہے۔ واہ واہ! ماتا کے اس پریم اور ایثار کی مثال دنیا میں نہیں ملتی باپ بھی کس تکلیف سے کماتا ہے۔ اپنا پیٹ کاٹتا ہے۔ خود موٹا جھوٹا کھاتا اور پہنتا ہے لیکن بچوں کی پرورش اور اُن کے لاڈ کے لئے ان کی تعلیم و تربیت کے لئے اپنے گاڑھے پسینہ کی کمائی خرچ کرتا ہے۔ اسلئے وہ بچے بڑے مردود اور نالائق ہیں جو اپنے ماں باپ کی تابعداری نہیں کرتے۔ ان کی خدمت سے جی چراتے ہیں اور ان کو خوش کرنے کی کوشش نہیں کرتے اور بڑھاپے کی حالت میں ان کو آرام نہیں پہنچاتے۔ وہ یاد رکھیں کہ یہ نہ صرف ناشکراپن ہے بلکہ ایک مہاپاپ ہے جس کے باعث وہ خود کبھی خوشحال و مسرور نہیں رہ سکتے جس نے ماتا پتا کو دُکھ دیا۔ وہ کبھی سکھ نہیں پا سکتا۔ ماتا پتا دُکھی رکھنے والے انسان کے شبھ کرم، بھگتی پوجا سب نشپھل[۳] ہو جاتے ہیں۔ اسلئے ماتا پتا کی سیوا اور

۱ عوضانہ ۲ تکلیف ۳ اکارت

فرمانبرداری سے کبھی قاصر نہ رہنا چاہیئے۔ تیاگ کا جیون جین دھرم کا اُچ لکش[1] ہے۔ پرنتو مہاویر جی نے اس جیون کا خیال اپنی ماتا پتا کی زندگی تک صرف اسلئے چھوڑا۔ کہ ان کو رنج نہ پہنچے اور وہ ان کی سیوا کر کے انکی خوشنودی حاصل کرسکیں حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں وہی انسان بزرگی شہرت، ودیا اور شکتی میں ترقی پا سکتا ہے کہ جو اپنی ماتا کو تو پر تھوی سے بھی زیادہ وزنی سمجھے اور پتا کو آسمان سے بھی زیادہ اُونچا جانے اور یہ ایک تاریخی حقیقت کہ شری مہاویر سوامی نے اپنے ہوش سنبھالنے پر اپنے ماتا پتا کو خوش کرنے کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اس نیک مثال کی پیروی کرتے ہوئے بچوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے ماتا پتا کی دل و جان سے خدمت کریں اور بسر و چشم اُن کے فرمانوں کی تعمیل کریں۔

لیکن آج کل حالت ہم اُلٹ دیکھتے ہیں۔ لڑکے اپنے ماں باپ کو بوڑھے بیوقوف کہتے ہیں۔ ان کو اولڈ بدھو کا لقب دیتے ہیں۔ اپنی من مانی کارروائیاں کرتے ہیں ان کے احکام کی رتی بھر پرواہ نہیں کرتے بلکہ قدم قدم پہ ان کی نافرمانی کرتے ہوئے اس میں اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ ان کی کسی نصیحت کو نہیں سنتے۔ بات بات پر جھڑکیاں دیتے ہیں۔ بعض اوقات لڑکے عیش و عشرت میں پڑ جاتے ہیں وہ ماں باپ کو ہتھیار دکھا کر ان کا گلا گھونٹ کر ان سے روپیہ چھین کر لے جاتے ہیں اور اپنی ذات پوری کرتے ہیں۔ کئی ایسے جانکاہ سانحے بھی ہو چکے ہیں کہ جائداد یا روپے کے لالچ سے بیٹوں نے اپنے حقیقی باپ کو ختم کر دیا۔ یہ کتنے دکھ اور افسوس کی بات ہے۔ کتنی شرمناک اور ہولناک کارروائی ہے۔ ایسے لوگ کس طرح سکھ کی امید کر سکتے ہیں اور کس طرح وہ اپنی اولاد سے نیکی یا بھلائی کی توقع کر سکتے ہیں۔ ایسے کپوتوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ گھور نرک اپنی پاپوں کا پھل بھگتان کرانے کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ماتا پتا سے کئے ہوئے ان کے کُکرم ان کیلئے وبال ثابت ہونگے سب دھرموں کا پیا نا اتہاس اور دھرم شاستر ماتا پتا کے لئے زیادہ سے تعظیم و ادب کرنا سکھلاتے ہیں۔

[1] اعلیٰ مقصد۔

(۱) جین سوتروں میں لکھا ہے کہ جین دھرم کے انیسویں تیرتھنکر بھگوان ملّی ناتھ جی گرہست آشرم میں اپنے ماتا پتا کے قدموں پر سر رکھنے کے لئے اکثر جایا کرتے تھے۔ حالانکہ یہ تیرتھنکر ایک عورت تھے (استھانانگ سوتر ۳-۱)

بھگوان کرشن چندر روزانہ اپنے ماتا پتا کے چرن چھوتے تھے۔ یہ بات بھی جین سوتروں میں لکھی ہوئی ہے۔

(۳) منوسمرتی جو ہندوؤں کا دھرم گرنتھ ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ ماتا پتا جو اُپکار اپنے بچے کے لئے اس کی پیدائش اور پرورش کے وقت کرتے ہیں۔ سو سال تک بھی اُتارا نہیں جا سکتا۔

(۴) پارسیوں کی دھرم پستک اوستھا میں لکھا ہے کہ کسی حالت میں بھی اپنی ماں کو رنجیدہ خاطر مت کرو۔

(۵) اُپنشدوں میں لکھا ہے کہ ماتا زندہ دیوی اور پتا زندہ دیوتا ہے۔

(۶) مہابھارت میں بھیشم پتامہ جی یدھشٹر کو اُپدیش دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تینوں لوکوں کی سیوا بہترین اور اعلیٰ دھرم ہے۔ جس نے اپنے ماتا پتا اور گورو کو پرستش کیا۔ اس نے گویا ساری دُنیا کو پرستش کیا اور جس نے اُن کو ناراض کیا۔ اس نے اپنے تمام شبھ کرموں کا ناش کیا۔

(۷) شری مد بھاگوت پران میں لکھا ہے کہ اس دنیا میں کوئی ان احسانات کا پورا بدلہ نہیں دے سکتا۔ جو اس پر اُس کے ماتا پتا نے کئے ہیں۔ جو لڑکا اپنے باپ کی خواہش کے مطابق کام کرتا ہے وہ سب سے اچھا لڑکا ہے۔ جو بیٹا اپنے باپ کے ٹھیک بتائے ہوئے کام کو خوشی خوشی اور ایماندارانہ طور پر کرتا ہے وہی فرمانبردار بیٹا ہے اور جو نہیں کرتا وہی بدترین مخلوق ہے

(۸) مُسلم شاستر قرآن شریف میں لکھا ہے کہ اپنے والدین سے کڑی بات نہ کہو اُن کو "اُف" تک نہ کہو۔ انکساری سے ان کی تعظیم کرو اور خدا سے ان کی بھلائی کے لئے دعا کرو۔ جو بچہ جان و دل سے والدین کی عزت کرتا ہے اس کے لئے

بہشت کے دروازے کھل جاتے ہیں (سورۃ ۱۷ آیت ۲۳-۲۴)

(۹) عیسائی شاستر انجیل مقدس میں لکھا ہے کہ اپنے والدین سے ہمیشہ ادب سے پیش آؤ۔ اور ان کی ضروریات کے متعلق دھیان رکھو۔

۱۰۔ سکھ شاستر سارنگ محلہ ۴ وار بھائی گورداس میں لکھا ہے کہ جو لڑکا اپنے والدین کا نافرمان ہو۔ اس کی ساری پوجا بھگتی تیرتھ برت اکارت جاتے ہیں۔

یونان، روم، چین اور دیگر تمام ممالک کے بزرگوں اور مہاپرشوں نے والدین کی تعظیم و تکریم کی بڑی تاکید کی ہے۔ یہ تمام اقتباسات جو اوپر لکھے گئے ہیں ان سے واضح طور پہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک دھرم اور ہر ایک ملک کے مہاپرشوں نے والدین کی عزت و خدمت بچوں کے لئے ایک لازمی فرض قرار دیا ہے۔ جس کے بجا لانے میں ان کی بھلائی اور فضیلت ہے۔ اور جس کو بھلا دینے میں یا جس سے غافل رہنے میں ان کی فضیحت ہے۔

جو بچے اپنے ماں باپ کے فرمانبردار ہوتے ہیں۔ وہ ہمیشہ پانچ باتوں کا دھیان رکھتے ہیں۔

(۱) ادب (۲) محبت (۳) بھگتی (۴) فرمانبرداری (۵) خوش اخلاقی۔

جو لوگ اس دنیا اور اگلی دنیا کی بھلائی چاہتے ہیں۔ ان کے لئے واجب ہے کہ اپنے والدین کے متعلق ان پانچ باتوں کا پورا پورا دھیان رکھیں۔ یہ ایک نکتہ ہمیشہ مدِ نگاہ رکھنا چاہیئے۔ کہ ساری بہبودی و خوشی والدین کی سیوا سے ملتی ہے

جنم اب اصل مضمون کی طرف آتے ہیں۔ جب ماتا ترشلا کے گربھ میں بچہ دوبارہ حرکت کرنے لگا۔ اور سب گھر والوں کی اداسی دور ہو گئی۔ اور گھر میں خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔ تو ماتا ترشلا بڑے چاؤ سے وقت گذارنے لگی آخر وہ وقت نزدیک آیا۔ جبکہ اس چاند نے طلوع ہونا تھا۔ جبکہ اس دھرم کے سورج نے دنیا میں آکر تمام اندھیرے کو دور کرنا تھا۔ جین شاستر لکھتا ہے

کہ وہ بہار کا موسم تھا۔ ہر طرف سبزہ زار پھولوں کی بہار تھی۔ قدرت ویسے بھی جوبن پر تھی۔ لیکن اس مہاپُرش کی آمد کی خوشی میں قدرت میں اور بھی زیادہ نکھار تھا۔ بھینی بھینی خوشبو سے بھری ہوئی ہوائیں چلنے لگیں۔ اچھے شگون ظہور پذیر ہونے شروع ہوئے اور انجام کار جب نو مہینے اور ساڑھے سات دن کا عرصہ گذر گیا تو چیت شدی ۱۳ سمت ۲۵۰ پارس ناتھ جی مطابق ۵۹۹ قبل مسیح کا وہ مُبارک اور پوتر دن تھا جس دن بھگوان مہاویر سوامی کی آتما اپنی ماتا ترشلا کے گربھ سے اس سنسار کے اندر وارد ہوئی۔

بھگوان مہاویر کی جنم کنڈلی سے ہی ظاہر ہوتا تھا کہ اس نے دُنیا کا مہاپُرش بننا نہیں دُنیا کا نجات دہندہ بننا ہے۔ ان کے جنم کے موقعہ پر جین شاستر کے فرمان کے مطابق آکاش بانیاں ہوئیں۔ دیوتاؤں نے بھی خوشیاں منائیں اور وہ جنم دن کو منانے کے لئے اپنے دویہ رُوپ میں پرتھوی پر آئے۔

راجہ سدھارتھ گدگد پرسن ہو رہے تھے۔ اور اپنی اور اپنی مہارانی ترشلا کی قسمت کو سراہتے تھے۔ سب طرف سے مُبارکباد اور بدھائیاں ملنے لگیں لیکن جو خوشی ماتا ترشلا کو تھی اسکی کوئی حد نہ تھی۔ ماتا ترشلا اپنی کوکھ سے اس سورج کو پیدا کر کے امر ہوگئیں اس کا نام امر ہوگیا۔ بھگوان مہاویر کا نام یا ذکر آتے ہی ماتا ترشلا کا نام پہلے آتا ہے کیونکہ وہ اس کی جنم داتری تھی۔ اس نے اس گوہر بے بہا کو نو مہینے اپنے اندر دھارن کیا تھا۔ اس کی پوترتا اور اس کی خوش قسمتی بے اندازہ ہے۔ اس لئے ماتا ترشلا کو جو خوشی تھی وہ احاطۂ تحریر سے باہر ہے ہم تو یہی کہہ سکتے ہیں کہ دھن ہے ماتا ترشلا اور دھن ہی ہے جا ہر ایک ماتا کو ایک سادھارن بچہ پیدا ہونے کی بے حد خوشی ہوتی ہے۔ وہ اسے دیکھ دیکھ کر نہال ہوتی ہے۔ جامہ میں پھولی نہیں سماتی۔ پھر جس ماتا کے گربھ سے بھگوان مہاویر جیسا مہاپُرش پیدا ہوا۔ اسکو تو بجا طور پر اس بات کا ناز تھا وہ درست طور پر فخر کر سکتی تھی۔ اور اس کی خوشی کا ہے

اندازہ ہونا ایک لازمی امر تھا۔

اگلے دن راجہ سدھارتھ نے پورا نے دستور کے مطابق داروغہ جیل کو بلاکر اس بچے کی پیدائش کی خوشی میں سارے قیدی رہا کرائے۔ ساری رعایا کو بلاکر تحفہ تحائف دئے گئے۔ لوگوں نے آپس میں ایک دوسرے کو اور شاہی خاندان والوں کو مبارک باد دی۔ سب طرف خوشی اور شادمانی تھی۔ راجہ نے قرضداروں کے قرض معاف کر دئے۔ بہت سے ٹیکس اور جزیئے چھوڑ دئے۔ رعایا کو اور بھی کئی مراعات دی گئیں۔ اور جنم کی خوشی منانے کے لئے ہر ایک قسم کا سامان شاہی دربار سے عطا کیا گیا۔

تیسرے دن نوزائیدہ بچے کو سورج اور چاند دکھانے کے لئے باہر نکالا گیا۔ چھٹے دن شہر کی مستورات نے شاہی محل میں اکٹھے ہوکر خوشی کے گیت گائے۔ جتنی عورتیں آئی تھیں وہ بڑے خوبصورت کپڑے اور زیورات پہن کر پورا شرنگار کرکے آئی تھیں۔ تاکہ اس موقعہ کی خوشی کا پورا پورا اظہار ہو سکے۔ ماتا ترشلا نے ان تمام آئی ہوئی استریوں کی خاطر تواضع کی اور ان کو تحفے تحائف دیکر رخصت کیا۔

گیارہویں دن جاتکرم سنسکار کیا گیا اور بارہویں دن کرم کرن ہوا جس میں تمام رشتہ دار۔ دوست اور ذات برادری کے زن و مرد بلائے گئے اور بڑی شان و شوکت سے یہ رسوم ادا ہوئیں۔ آنے والے مہمان بچے کے لئے تحفے لائے جو کہ راجہ نے بڑی خوشی سے قبول کئے۔ پھر سب کی ضیافت کی گئی جس کے خاتمہ پر راجہ نے ایک تقریر کی اور کہا:۔

"صاحبو! جس دن سے یہ بچہ اپنی ماتا کے گربھ میں آیا۔ اس دن سے سلطنت کے اندر شادمانی۔ زر و دولت اور خوشحالی کی فزونی شروع ہوئی اور امن افزونی اب تک برابر چلے جا رہے ہیں۔ سلطنت کی یہ عام بہبودی کو پیش نظر رکھتے ہوئے میرے خیال میں یہ مناسب ہوگا کہ اگر اس چھوٹے راجکمار کا نام "وردھمان"

(بڑھنے والا) رکھا جائے۔
راجہ صاحب کی یہ تقریر سنکر جملہ حاضرین نے اتفاق رائے ظاہر کیا۔ اور یہی نام رکھنے کا فیصلہ ہو گیا۔ جب سب رسمیں رسوم ادا ہو چکیں۔ تو سارے مہمان راجہ سدھارتھ اس کے راجیہ اور راجکمار کے لئے دعائے خیر کرتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔
سادھو فقیروں کو اگرچہ پہلے بھی کھانا لنگر سے ملتا تھا۔ لیکن اس دن خاص طور پر عمدہ عمدہ چیزیں طیار کر کے انہیں کھلائی گئیں۔ اور ان لوگوں نے سیر ہو کر راجہ اور راجکمار کو لاکھ لاکھ دعائیں دیں۔
اس وقت جبکہ ہر جانب سے اشیرباد اور نیک دعاؤں کی جھڑی لگ رہی تھی۔ راجہ سدارتھ اپنی اور مہارانی ترشلا کی خوش قسمتی کو سراہ رہا تھا۔ اس کے من میں بار بار خوشی کی امنگیں اور لہریں اٹھتی تھیں اور وہ دل ہی دل میں کہتا تھا۔ اگرچہ میں ایک چھوٹی سی سلطنت کا راجہ ہوں تاہم میری کتنی عزت اور توقیر ہے۔ یہ سب اس ننھے وردھمان کے باعث ہے۔ لیکن مہارانی ترشلا کا میرا جیون ساتھی بننا بھی اس کا بڑا بھاری سبب ہے؛
ننھا راجکمار وردھمان چندرماں کی کلاؤں کی طرح روز بروز بڑھنے لگا۔ اور اس نے اپنے مجوزہ نام کو درست ثابت کر دکھایا۔ اور وہ اسم بامسمیٰ ثابت ہوا روز پیدائش سے ہی یہ ننھا بچہ بہت کم روتا تھا۔ چہرے سے گمبھیرتا پرکٹ ہوتی تھی۔ اس کے جسم اور اعضا کی بناوٹ میں تناسب بالکل موزوں تھا اور جسم کا رنگ گلابی مائل تھا۔ بڑے گھروں کی مستورات ماتا ترشلا کو دیکھنے اور بدھائی دینے آتی تھیں۔ وہ اس ننھے بھگوان کو گود میں لیکر پیار کرتیں اور چومتیں اور بہت پریم دکھاتیں۔ بچے کا چمکتا ہوا پھول سا چہرہ وہ ایک ٹک سے دیکھتی رہ جاتیں یہ سب کچھ دیکھ کر ماتا ترشلا کا دل بلیوں اچھلتا تھا۔ اور وہ اپنے آپ میں پھولی نہ سماتی تھی اور اپنے بھاگیہ کو سراہتی تھی۔

بھگوان مہاویر کی تربیت و پرورش

جب شری وردھمان جی کچھ بڑے ہوئے تو ان کے ماتا پتا کو اُن کی تربیت کا خیال پیدا ہُوا۔ اچھی طرح سے پرورش کرنے کا انتظام بھی کرنا تھا۔ اسلئے بہت سے پختہ کار، تجربہ کار، عالم، نیک، شریف، وسیع الخیال، خوش خلق اور باصحت آدمی اچھے اور نیک خاندانوں سے تعلق رکھنے والے اس کام کے لئے مقرر کئے گئے۔ ان لوگوں کا چناؤ بڑی احتیاط اور توجہ سے کیا گیا۔ کیونکہ والدین کو علم تھا کہ دولتمند اور آسودہ حال لوگوں کے بچے بدطینت اور بدنیت ملازمین کے تعلق میں آنیسے بگڑ جاتے ہیں۔ والدین عام طور پر اپنے بچوں کو اُن ملازمین کی تحویل میں چھوڑ دیتے ہیں اور بچے اپنا زیادہ وقت ان لوگوں کی صحبت میں ہی گذارتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی بد باطنی اور بد منشی کے مکروہ اثرات بچوں کے کومل دلوں پر پڑتے ہیں۔ جس سے ان کے دل بھی کھوٹے بن جاتے ہیں اور وہ بڑے ہو کر اپنا، اپنے ماں باپ، اپنے خاندان کا اپنی جاتی کا اور اپنے ملک کا نام بدنام کرتے ہیں۔ انہیں کلنک لگاتے ہیں۔ ان کی حیا اور شرم کا نور ہوجاتی ہے۔ انہیں کھانے پینے کے متعلق کوئی پرہیز یا تامل نہیں رہتا۔ وہ ہر قسم کی بدعنوانی، غلط کاری اور بد اطواری عمل میں لاتے ہیں۔ ان کا اخلاق بگڑ جاتا ہے۔ نیک و بد کی تمیز نہیں رہتی۔ اپنی خاندانی روایات اور اپنی جاتی کی نیک رسوم کو تلانجلی دے بیٹھتے ہیں۔ صداقت، حیا، خود ضبطی اور بُردباری سے کوسوں پرے بھاگتے ہیں۔ بلکہ ان اوصاف کے مخالف بنکر اوّل درجہ کے نٹ کھٹ، خود غرض، نفس پرست اور خود سر بن جاتے ہیں۔

داناؤں نے سچ کہا ہے کہ صحبت بد مہلک ترین زہر ہے۔ سانپ کا ڈسا بچ سکتا ہے لیکن صحبت بد کا ڈسا ہوا انسان گھُل گھُل کر مرتا ہے جہاں

وہ اپنے لئے مصیبتوں اور آفتوں کا پہاڑ کھڑا کرتا ہے۔ وہاں سماج اور سوسائٹی کے لئے زحمت اور لعنت ہوتا ہے ملک کے لئے وبال اور دنیا کے لئے کلنک ثابت ہوتا ہے۔ ایسا انسان کیا ہوتا ہے۔ اپنے لڑکپن کے احساسات اور اثرات کی تصویر ہے۔ اسلئے بڑی سخت ضرورت ہے کہ بچوں کی تربیت نہایت اچھے ہاتھوں میں ہو۔ نیک انسان اگر تربیت و تعلیم دینے والے ہوں تو وہ زندگی کی رَو کو بدل دیتے ہیں اور اسے اس طرف لے جاتے ہیں۔ کہ جدھر روشنی کے مینار ہیں، شادمانی کے محلات ہیں۔ مسرت کے چمن ہیں، شادابی کے لہلہاتے کھیت ہیں نیک تربیت سے ہی انسان کی زندگی میں ابھار، اُمنگوں میں بہار اور ارادوں میں استوار آتا ہے۔ نیکوں کی صحبت سے ہی انسان نکوکار، نیک سیرت، نیک نام۔ نیک دل، نیک نہاد اور نیک طینت بن سکتا ہے۔ ایسا ہی انسان سچا جاتی سیوک، ہمدرد اور دیش بھگت بن سکتا ہے۔ بدوں کی صحبت میں حالت اس کے بالکل برعکس ہوتی ہے۔ آجکل[1] جو یہ ملک غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے یہاں کے لوگ کھان پان اور پہران میں بہروپئے بنے ہوئے ہیں، خودغرضی کے جال میں جکڑے ہوئے ہیں، غدار اور دیش دروہی بنے ہوئے ہیں اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ تربیت اچھی نہیں ہوتی۔ اس لئے ہم سب کو واجب ہے کہ راجہ سدھارتھ اور ماتا ترشلا کے قابل تعریف اصولوں کی پیروی کرتے ہوئے اپنے بچوں کو تعلیم و تربیت کے لئے ایسے لوگوں کی تحویل میں چھوڑیں کہ جو نیک خصلت نیک مزاج، نیک کردار اور نیک شعار ہوں ورنہ اس جانب غفلت کی ہوئی ہمیشہ بُرے دن دکھاتی ہے وہی بچے جن کو ہم نورِ چشم اور بڑھاپے کا سہارا سمجھ کر ان سے اتنا پیار کرتے ہیں ان کے لئے اتنی تکلیف اٹھاتے ہیں وہی ہمارے لئے وبال جان بنتے ہیں۔ وہی جنہوں نے ہمیں ہنسانا تھا۔ رُلاتے ہیں، جنہوں نے ہماری خدمت کرنی تھی ہمارے لئے عذاب ثابت ہوتے ہیں۔ اس لئے اس بارہ میں زیادہ سے زیادہ احتیاط اور توجہ کی ضرورت ہے۔

[1] مُلک تو آزاد ہو گیا۔ لیکن حالت تو پہلے سے بھی بدتر ہے۔

راجکمار وردھمان "مہاویر" کا لقب پاتے ہیں

ہمارے ننھے وردھمان اب کودنے پھاندنے لگے۔ ہمجولیوں کے ساتھ جاکر کھیلتے چونکہ وہ ہمیشہ سچ بولتے تھے اس لئے باقی لڑکے بڑی عزت کرتے تھے۔ ان کی بات کا ہر ایک کو وشواس ہوتا تھا۔ ایک دن یہ سارے بچے ایک کھیل کھیل رہے تھے جس میں ایک لڑکا درخت پر چڑھ جاتا تھا۔ جو لڑکا پکڑتا تھا اسی کی جیت سمجھی جاتی تھی اور پھر وہ درخت پر چڑھتا تھا۔ اسی سلسلہ میں جب وردھمان جی کی باری درخت پر چڑھنے کی آئی۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ درخت کے گرد سانپ لپٹا ہوا ہے۔ سب لڑکے دیکھ کر ڈر گئے۔ لیکن وردھمان کو بالکل خوف نہ آیا۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو پکار کر کہا۔ "دوستو! تم کیوں ڈرے جاتے ہو یہ ایک معمولی سا کیڑا ہے۔ تم اس سے اتنے خوفزدہ کیوں ہو رہے ہو؟ میں ابھی اس کو پکڑ کر پرے ہٹا دونگا۔" لڑکے پھر بھی مارے ڈر کے کانپ رہے تھے اور دور دور کھڑے دیکھ رہے تھے۔ وہ پھر ادھر گئے بھاگ کر نہیں گئے کیونکہ انہیں یہ یقین تھا کہ وردھمان جی جو کچھ زبان سے کہہ رہے ہیں وہی کر دکھائیں گے۔ وہ دور سے ہی دیکھنے لگے کہ اب کیا ہوگا۔ وردھمان جی نے واقعی سانپ کو پکڑا۔ اور دور لے جاکر پرے پھینک آئے۔ اس کے بعد بچوں نے وہ کھیل بند کر دی۔

جین شاستر کہتا ہے کہ یہ سانپ ایک دیوتا تھا جو وردھمان جی کی بہادری آزمانے آیا تھا۔ اس دیوتا کو ان کا لوہا ماننا پڑا اور لڑکے بھی عش عش کرنے لگے۔ جین شاستر یہ بھی لکھتا ہے کہ اسی طرح بچوں نے جب ایک اور کھیل گھوڑی گھوڑی شروع کی۔ یعنی ایک لڑکا گھوڑی بنتا تھا۔ دوسرا اس کے اوپر چڑھتا تھا۔ اس کھیل میں بھی اس دیوتا نے اپنا آکار

کو بڑھا کر وردھمان جی کو خوفزدہ کر کے اس کی طاقت کو آزمانا چاہا۔ لیکن وردھمان جی اس امتحان میں بھی کامیاب نکلے۔ دیوتا کو اپنی شکست ماننی پڑی اور وہ وردھمان کے بل کا قائل ہو گیا۔ سب لڑکے واہ واہ اور شاباش کے نعرے لگاتے اور وردھمان زندہ باد پکارتے ہوئے گھروں کو چلے گئے وہاں اپنے گھر والوں کو یہ ساری کہانی سنائی۔ سب حیران رہ گئے۔ یہ خبر سارے شہر میں آگ کی طرح پھیل گئی اور سبھی لوگ وردھمان کی قوت ارادی۔ اور طاقت روحانی کی تعریف کرنے لگے اور اس دن سے سب نے ان کو "مہاویر" یعنی بڑا بلوان یا بہادر کہنا شروع کیا۔ اسی نام سے پھر وہ پرسدھ ہوئے۔ سچ ہے آتمک شکتی کے سامنے حیوانی طاقت کیا کر سکتی ہے۔ آتمک شکتی رکھنے والا لاکھوں کوس پر بیٹھا ہوا بھی جسمانی طاقت والوں کو جیت سکتا ہے۔ لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ باوجود سب باتیں جاننے کے بھی اور باوجود اس بات کے کہ ہمارا اتہاس ان باتوں سے بھرا ہوا ہے، ہم روحانی طاقت کی طرف کچھ دھیان نہیں دیتے۔ اور اسی لئے آج یہ دکھ اور تکلیف ہے۔

بھگوان مہاویر کی تعلیم

اب چونکہ شری وردھان جی مہاویر کا لقب پا چکے ہیں۔ اس لئے اس سے آگے ہم ان کو اسی نام سے پکاریں گے۔

ایک دیا سلائی میں آگ موجود ہوتی ہے اور اسے صرف رگڑنے سے ہی آگ نکل آتی ہے۔ البتہ یہ بات ضرور قابل دھیان ہے کہ دیا سلائی میں سے آگ تبھی نکل سکتی ہے جب اس کے سرے پر گندھک اور دیگر آتش گیر مصالحہ لگایا جاتا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ دیگر کئی چیزوں کو باہم رگڑنے سے بھی آگ نکل آتی ہے۔ مثلاً دو لکڑیوں کی یا دو پتھروں کی باہمی رگڑ سے بھی آگ نکل آتی ہے لیکن اس میں ایک تو زور زیادہ لگتا ہے، دوسرے رگڑی جانے والی چیزوں میں سے ایک نہ ایک ٹوٹ بھی جاتی ہے۔ تیسرے ان چیزوں کے رگڑنے سے محض ایک چنگاری نکلتی ہے۔ دیا سلائی کی طرح شعلہ نہیں نکلتا۔

یہی حال مہا پرشوں کی تعلیم کا ہوتا ہے۔ پچھلے جنموں کی حاصل کردہ تعلیم و تربیت کے اثرات من پر گہرا اثر کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ آئندہ جنم میں بس پردہ ہٹانے کی ہی ضرورت ہوتی ہے اور وہ تمام اثرات نمودار ہو جاتے ہیں۔

سابقہ جنموں کے اثرات کی تصدیق ایک جماعت کے مختلف لڑکوں کے تعلیمی حالات کا مطالعہ کرنے سے ہو سکتی ہے۔ بعض لڑکے ایسے ہوتے ہیں کہ سنتے ہی ایک چیز انہیں یاد ہو جاتی ہے۔ دوسروں کو وہ بار بار سنائی جاتی ہے۔ کئی دفعہ اسے دوہرایا جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی وہ ان کے دماغ میں نہیں بیٹھتی۔ پہلی قسم کے لڑکے نہ صرف فوراً بتائی ہوئی بات کو یاد کر لیتے ہیں، بلکہ اس کو ایسی طرح نبھا لیتے ہیں کہ خود پڑھانے والے

انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔ اس کا اور کوئی جواب نہیں کہ ایسے لڑکوں نے اپنے پچھلے جنموں میں تعلیمی ترقی حاصل کرکے اس کے اثرات اپنے من میں بٹھائے ہوتے ہیں۔ یہ سب گذشتہ زندگیوں کی لگاتار محنت کا میٹھا پھل ہوتا ہے۔ لڑکوں کی دماغی حالت کا یہ امتیاز ایک جماعت کے لڑکوں میں ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک ہی والدین کے لڑکوں میں بھی ہوتا ہے۔ بلا شبہ کچھ فرق ماتا پتا کے اپنے خیالات اور اپنے رویہ کا بھی ہوتا ہے۔ لیکن وہ اثر زیادہ تر اخلاق اور چال چلن میں نمایاں ہوتا ہے۔ تعلیمی حالت یا دماغی حالت کا فرق بچے کے اپنے سابقہ جنموں کے حالت کے باعث ہوتا ہے۔

بھگوان مہابیر کی عمر اب تعلیم حاصل کرنے والی ہوگئی یعنی وہ سات برس کے ہوگئے۔ ان کے سابقہ جنموں کے حال میں یہ دکھایا جا چکا ہے کہ کسطرح تپسیا اور دھیان میں مشغول رہ کر انہوں نے بہت سی زندگیاں گذاریں کس طرح شاستروں کا سوادھیائے کیا۔ وہ تمام اثرات اس بالک مہاویر کے دماغ پر موجود تھے۔

جب عمر کا آٹھواں سال شروع ہُوا تو والدین نے مہاویر سوامی کو پاٹھ شالہ بھیجنے کا وچار کیا۔ اسے ایک قابل ادھیاپک کی تحویل میں رکھا گیا۔ ادھیاپک نے حرفوں کو تختہ سیاہ پر پہلے ایک ایک کرکے بالک مہاویر کے سامنے لکھ کر انہیں پڑھا۔ پھر اس نے راجکمار کو یاد کرنے کے لئے کہا۔ بالک نے وہ تمام حروف فوراً خود بھی لکھ دئے۔ یاد کر لئے اور ادھیاپک کے سامنے صحیح صحیح تلفظ سے پڑھ دئے استاد نے خیال کیا کہ چونکہ بچہ ایک پڑھے لکھے اونچے گھرانے کا لڑکا ہے۔ اسلئے اغلباً یہ حروف تہجی اس کو والدین نے پہلے سے ہی سکھا دئے ہیں۔ اسی لئے بالک نے انہیں جھٹ پٹ یاد کرکے سُنا دیا ہے۔ پھر استاد نے کچھ گنتی کے عدد سے تختہ سیاہ پر لکھے۔ راجکمار نے وہ بھی جھٹ یاد کر لئے بلکہ اس نے ساری گنتی معہ پہاڑوں کے لکھ کر استاد کے پیش کی۔ استاد نے پھر بھی وہی وجہ

دل میں سمجھی۔ اور اسے کوئی خاص حیرانی نہ ہوئی یعنی اس نے خیال کیا کہ یہ سب بچے کو پاٹھ شالہ آنے سے بیشتر گھر میں ہی سکھلا دیا گیا ہے۔ اس کے بعد استاد نے کچھ جمع تفریق کے سوالات دئے۔ جو راجکمار مہاویر نے جھٹ حل کر دئے چوتھی دفعہ ادھیاپک نے چند سوالات بڑی جماعتوں کے دئے اور وہ بھی بچے نے فی الفور نکال کر رکھ دئے۔ اب تو استاد کو حیرانی ہوئی۔ وہ غور کرنے لگا کہ کس طرح سے اتنی چھوٹی عمر کا بچہ اس قدر مشکل سوالات حل کر سکتا ہے؟ اس نے راجکمار کی سمجھ کی تعریف کی۔ پانچویں دفعہ استاد نے پاٹھشالہ کی سب سے اونچی جماعت کے چند سوالات بالک مہاویر کو لکھوائے اور اس نے وہ ہنستے ہنستے آن کی آن میں حل کر کے رکھ دئے۔ اب تو استاد کی حیرانی بہت بڑھ گئی اس نے اسے عقل کا پتلا سمجھا۔ اس نے محسوس کیا کہ اس کی پاٹھشالہ میں اس قابلیت اور سمجھ کا لڑکا اس کے لئے اور پاٹھشالہ کے لئے باعث فخر ہے لیکن اب استاد صاحب کی اپنی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ وہ بچے کو اب پڑھائے کیا؟ کیونکہ جو کچھ پاٹھشالہ میں بڑی سے بڑی جماعت کو پڑھایا جاتا تھا وہ تو اسے پہلے ہی آتا تھا۔ تاہم استاد نے چند نہایت پیچیدہ سوالات مہاویر سوامی کو لکھوائے جو کہ اُسے خود بھی نہ آتے تھے۔ اور اس کی حیرانی کی کوئی حد نہ تھی کہ جب بالک نے انہیں بالکل آسانی سے کھیل کھیل میں حل کر دیا۔

اب استاد صاحب نے محسوس کیا کہ اس کا شاگرد کوئی معمولی بچہ نہیں۔ بلکہ کوئی مہاتما بچہ کے رُوپ میں آگئی ہے وہ اپنے خیال میں مستغرق ہو گیا۔ اور کئی قسم کے خیالات اس کے دل میں آنے لگے۔ کبھی تو وہ سوچتا کہ ایسے ذہین اور فہیم لڑکے کو راجہ نے اس کے پاس پڑھانے کے لئے نہیں بھیجا بلکہ اس کی اپنی لیاقت کا امتحان لینے اور اندازہ لینے کے لئے بھیجا ہے۔ پھر اس کو خیال آتا کہ چونکہ اس کی اپنی لیاقت کم ہے غالباً اسے پاٹھشالہ سے جواب دیدیا جائیگا۔ اس کے بعد اُسے یہ سوجھا۔ کہ کچھ عرصہ ایسے ہی چلنے دو۔ پھر وہ راجکمار کو لیکر راجہ کے پاس جائیگا۔ اور

اس سے کسی عالم کی معرفت بچے کا امتحان لینے کی عرض کریگا۔ لڑکا چونکہ کمال دکھائے گا۔ اس لئے اس کی بڑی نیک نامی اور شہرت ہوگی۔ اور مجھے اس خدمت کے عوض مالا مال کر دیا جائے گا۔ استاد نے یہ بھی سوچا کہ ساری سلطنت میں میرے نام کی شہوری ہوگی۔ راجہ کے پاس میرا سلسلہ آمد و رفت قائم ہو جائیگا پھر مجھے کسی چیز کی کمی نہ رہے گی اور میری زندگی نہایت چین اور آنند کی گذریگی۔ ایسے خیالات کے پے در پے آنے سے وہ بے قرار ہو اٹھا۔

جین شاستر لکھتا ہے کہ ادھیاپک کی ایسی حالت دیکھ کر اندر دیوتا برہمن کا روپ دھار کر پاٹھ شالہ میں آیا۔ استاد نے اس برہمن کی تعظیم کی۔ خیر و عافیت پوچھنے کے بعد برہمن اندر نے استاد سے چند سوالات شاستروں کے متعلق کئے۔ اب تو اُستاد اور بھی ششدر رہ گیا۔ وہ سوچنے لگا کہ بالک مہا دیر نے ہی مجھے پہلے کافی پریشان کر رکھا تھا۔ تو اب میری لیاقت کے امتحان کے لئے اس دوسرے آدمی کے بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہائے قسمت! کیا میرے مُنہ سے لقمہ چھیننے کے لئے یہ ساری چال چلی گئی ہے۔ ایسا سوچکر اس نے حسرت بھری نگاہ سے بالک مہادیر کی طرف دیکھا تب بالک بول اُٹھا۔ مہاراج! اگر اجازت پاؤں تو ان سوالات کا جواب میں عرض کروں۔ استاد تو اس قسم کی عنایت کے انتظار میں ہی بیٹھا تھا۔ تاکہ کسی طرح سے اسکی عزت بچ جائے اور ہیٹی نہ ہو۔ جین شاستر کہتا ہے کہ اگرچہ اندر کو معلوم تھا۔ کہ بالک مہادیر ان سوالات کا جواب دے سکیگا۔ لیکن اس نے ظاہرہ طور پر لاپرواہی سے کہا۔ کہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ جن سوالات کو حل کرنے کے لئے ایسے قابل ادھیاپک کو دیر لگی ہے۔ یہ چھوٹا سا بالک جواب دے سکیگا۔ لیکن ادھر بالک مہادیر ادھیر اور بے چین ہو رہا تھا۔ وہ بول اُٹھا۔ سُنیئے جناب! اور چنانچہ اس نے اس بوڑھے برہمن کے جملہ سوالات کا جواب بالترتیب مدلل طور پر دینا شروع کیا۔ اس نے سب لوگوں کے مواجہ میں ان سوالات کی ماہیت کو واضح طور پر

بیان کیا کہ جو اس کے استاد کی پریشانی کا باعث بن رہے تھے۔ ان جوابات کو سُنکر استاد صاحب، لڑکے اور دیگر لوگ دنگ رہ گئے۔ اور انہوں نے واہ واہ کے نعرے لگائے اور تالیاں بجائیں۔ جہاں استاد صاحب لڑکے کی ذہانت اور قابلیت کو دیکھ کر خوش ہوئے دوسری طرف انہیں اپنی کم فہمی اور کم لیاقتی کے باعث بڑی خفت محسوس ہوئی۔

اندر دیوتا نے دس اور سوال لڑکے سے پوچھے۔ اور اس نے ان کا بھی ایک ایک کرکے جواب دیا۔ ان جوابات کو دیتے ہوئے لڑکے نے تمام متعلقہ امور پر بحث کی۔ اس نے ہر ایک موضوع کو اتنی فصاحت، وضاحت اور شرح وبسیط کے ساتھ بیان کیا کہ جاہل سے جاہل آدمی کو بھی سب باتیں سمجھ میں آگئیں۔

ان جوابات کو دینے کے بعد بھی اس کے چہرے سے بشاشت، سنجیدگی اور متانت ٹپکتی تھی۔ اس نے وہ پیچیدار مسئلے آنکھ کے جھپکارے میں حل کر دئے تھے جن کو حل کرنے کے لئے بڑے فلسفہ دان کئی کئی ماہ تک ذہانت اور مہلت چاہتے ہیں وہ سوالات جین دھرم کے دس سوتروں سے تعلق رکھتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جو جوابات بھگوان مہاویر نے اس وقت دئے تھے۔ انہی کی بنا پر ایک صرف ونحو کی کتاب یعنی دیاکرن کا گرنتھ لکھا گیا۔

استاد نے جب راجکمار کے یہ جوابات سُنے تو اس کے ہوش بھول گئے اور اس نے اپنے دل میں کہا کہ اب تو اس بات میں رتی بھر بھی شک نہیں کہ راجہ نے اس بچے کو پاٹھ شالہ میں محض میری قابلیت اور لیاقت آزمانے کے لئے بھیجا ہے۔ اس لئے یہ مناسب نہیں کہ اس بچہ کو پاٹھ شالہ میں مزید عرصہ کے لئے رکھا جائے بلکہ بہتر ہے کہ فوراً اس کو راجہ صاحب کے پاس لے جاؤں اور جو کمال اس نے دکھایا ہے وہ سب جاکر خود ہی کہہ دوں۔ ورنہ ایک نہ ایک دن میری خیر نہ ہوگی یعنی میری ملازمت چھن جائے گی۔ اور بدنامی الگ ہوگی۔ بس استاد صاحب نے راجہ صاحب کو ملنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ اندر دیوتا نے بھی اس تجویز کی تائید کی۔

کہ یہ لڑکا کوئی عجیب المخلوق معلوم ہوتا ہے۔ جب وہ اس عمر میں ہی اتنا نکتہ رس اور تیز فہم ہے۔ تو اس بات کا اندازہ لگانا ہی مشکل ہے کہ مستقبل میں یہ کیا کیا کمال دکھائیگا۔ میرا یقین ہے کہ یہ جلدی ہی ایک غیر معمولی ہستی ثابت ہوگا۔ پھر طرفہ یہ ہے کہ باوجود اتنی فہم و فراست اور قابلیت رکھنے کے اسے شمہ بھر بھی گھمنڈ نہیں ہے۔ اس میں وہ تمام گن پائے جاتے ہیں اور یہ ان تمام اوصاف اور خوبیوں کا مالک ہے۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نہ صرف دھرم شاستروں کے مطالعہ میں غوطہ زن ہوگا اور ان کے بھید ظاہر کریگا۔ بلکہ یہ اہنسا، سچائی، خود ضبطی اور دان وغیرہ کے سبق دُنیا والوں کو پڑھائے گا۔ میں اس کے گنوں کو دیکھ کر بڑا محظوظ ہوا ہوں۔ میں صدق دل سے اسے اشیرباد دیتا ہوں کہ یہ بہت جلدی ترقی کرے اور دُکھی دُنیا کا سہارا بنے۔

یہ الفاظ کہہ کر برہمن کے روپ میں اندر دیوتا وہاں سے چلا گیا۔ اور اُستاد بھی راجکمار کو لے کر راجہ صاحب کی طرف روانہ ہُوا۔

ادھیاپک اس بات کو نہ جان سکا تھا کہ وہ بڈھا برہمن کون آیا تھا۔ نہ ہی وہ اس طرف زیادہ دھیان دے سکا۔ کیونکہ اسے تو بالک مہاویر کی یوگیتا اور دانائی دیکھ کر اتنی حیرانی ہوئی کہ وہ اُدر کسی طرف اپنا خیال لے جا ہی نہ سکتا تھا۔ اس کا دماغ کوئی اور بات سوچ ہی نہ سکتا تھا۔